رسائل و مسائل

نظامِ شریعت میں غلاموں کی حیثیت

"میں آپ کے اس مطالبہ سے متفق ہوں کہ پاکستان میں شریعت کا نظام نافذ ہونا چاہیئے۔ مگر اس باب میں دو ایک باتیں دریافت طلب ہیں جن کی وضاحت کے لئے یہ عریضہ ارسالِ خدمت ہے اُمید کہ آپ جواب سے سرفراز فرمائینگے۔

(۱) سوال یہ ہے کہ کیا نظامِ شریعت میں جنگ کے قیدیوں کو غلام اور لونڈی بنانے کی اجازت ہوگی؟ کیا ان غلاموں اور لونڈیوں کو فروخت کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا؟ کیا ان لونڈیوں سے بیویوں کے علاوہ تمتع جائز ہوگا اور اس پر تعداد کی کوئی قید نہ ہوگی؟

(۲) کیا اس نظامِ شریعت میں لونڈی و غلام کی خرید و فروخت (علاوہ ان لونڈی و غلام کے جو جنگی قیدی ہوں) بھی پاکستان کے اندر جائز ہوگی جس طرح آجکل حجاز میں بردہ فروشی ہوتی ہے؟"

جو سوالات آپ نے کئے ہیں اُن کا مختصر جواب تو ہاں اور نہیں کی شکل میں دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس سے آپ کی تسکین نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں ذرا تفصیل کے ساتھ آپ کو جواب دیتا ہوں۔

نظامِ شریعت میں جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے کی اجازت ایسی حالت میں دی گئی ہے جبکہ وہ قوم جس سے ہماری جنگ ہو نہ تو قیدیوں کے تبادلے پر راضی ہو، نہ فدیہ لے کر ہمارے قیدی چھوڑے اور نہ فدیہ دے کر اپنے قیدی چھڑائے۔ آپ خود غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ اس صورت میں جو قیدی کسی حکومت کے پاس رہ جائیں وہ یا تو انہیں قتل کرے گی، یا انہیں عمر بھر اُس قسم کے "انسانی باڑوں" میں رکھے گی جنہیں آجکل (Concentration Camps) کہا جاتا ہے اور کسی قسم کے انسانی حقوق دیئے بغیر ان سے جبری محنت لیتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت زیادہ بے رحمانہ بھی ہے اور خود اُس ملک کیلئے

بھی زیادہ مفید نہیں ہے جس میں اس طرح کے قیدیوں کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک خارجی عنصر کی حیثیت سے موجود رہے۔ اسلام نے ایسے حالات کے لئے جو شکل اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ ان قیدیوں کو فرداً فرداً مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کی ایک قانونی حیثیت مشخص کر دی جائے۔ اس طرح جو انفرادی رابطہ ایک ایک قیدی کو ایک ایک مسلم خاندان سے پیدا ہو گا اس میں اس امر کا امکان زیادہ ہے کہ اگر انسانیت اور شرافت کا برتاؤ ہو اور ان کا ایک اچھا خاصا حصہ بتدریج مسلمانوں کی سوسائٹی میں جذب ہو جائے۔

جن مسلمانوں کو ایسے اسیران جنگ پر حقوق ملکیت حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے لئے شریعت نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ اگر کوئی لونڈی یا غلام اپنے مالک سے درخواست کرے کہ میں محنت مزدوری کر کے اپنے فدیہ کی رقم ادا کرنا چاہتا ہوں، تو وہ اس کی درخواست کو رد کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اسے ازروئے قانون ایک خاص مدت تک کے لئے اس کو مہلت دینی ہو گی اور اس مدت میں اگر وہ اپنی فدیہ کی رقم ادا کر دے تو اسے آزاد کر دینا پڑے گا۔

اس قسم کے لونڈی غلاموں کو بیچنے کی اجازت دراصل اس معنی میں ہے کہ ایک شخص کو ان سے فدیہ وصول کرنے، اور فدیہ وصول نہ ہونے تک ان سے خدمت لینے کا جو حق حاصل ہے اس کو وہ معاوضہ لے کر دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ قانون میں یہ گنجائش جس مصلحت سے رکھی گئی ہے اس کو آپ پوری طرح اسی صورت میں سمجھ سکتے ہیں جب کہ کسی دشمن فوج کے سپاہی کو بطور قیدی رکھنے کا آپ کو اتفاق ہوا ہو۔ فوجی سپاہی سے خدمت لینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اسی طرح دشمن قوم کی کسی عورت کو گھر میں رکھنا بھی کوئی کھیل نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کے لئے یہ گنجائش نہ چھوڑی جاتی کہ جس قیدی مرد یا عورت سے وہ عہدہ برآ نہ ہو سکے اس کے حقوق ملکیت کسی دوسرے کی طرف منتقل کر دے تو یہ لوگ بلائے جان بن جاتے۔

جنگ میں گرفتار ہونے والی عورتوں کے لئے (جب کہ نہ ان کا تبادلہ ہوا اور نہ فدیہ کا معاملہ طے ہو سکے) اس سے بہتر حل اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو عورت حکومت کی طرف سے جس شخص کی ملکیت میں دی جائے اس کے ساتھ اس شخص کو جنسی تعلقات قائم کرنے کا قانونی حق دے دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہ عورتیں

ملک میں بداخلاقی پھیلنے کا ایک مستقل ذریعہ بن جائیں۔ قانونی حیثیت سے ملک یمین اور عقد نکاح میں کوئی خاص فرق نہیں ہے بلکہ اس صورت میں تو خود حکومت باقاعدہ طریقہ سے ایک عورت کو ایک مرد کے حوالے کرتی ہے۔ اس عورت کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو جنسی تعلق رکھنے کا حق نہیں ہوتا۔ جو اولاد اس سے ہو اس کا نسب اسی شخص سے ثابت ہوتا ہے اور وہ اپنے باپ کی اسی طرح جائز وارث ہوتی ہے جس طرح کسی آزاد بیوی کی اولاد۔ جس لونڈی سے اولاد ہو جائے اسے بیچنے کا مالک کو حق نہیں رہتا اور مالک کے مرنے کے بعد وہ خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔

لونڈیوں سے تمتع کے لئے تعداد کی قید اس لئے نہیں لگائی گئی کہ اُن عورتوں کی تعداد کا کوئی تعین ممکن نہیں ہے جو کسی جنگ میں گرفتار ہو کر آسکتی ہیں۔ بالفرض اگر ایسی عورتوں کی بہت بڑی تعداد جمع ہو جائے تو سوسائٹی میں انھیں کھپانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے اگر لونڈیوں سے تمتع کے لئے تعداد کا تعین پہلے ہی کر دیا گیا ہو؟ لیکن بعد کے زمانوں میں امراء اور رؤسا نے اس قانونی گنجائش کو جس طرح عیاشی کا حیلہ بنا لیا وہ ظاہر ہے کہ شریعت کے منشا کے بالکل خلاف تھا۔ کوئی رئیس اگر عیاشی کرنا چاہے اور قانون کے منشا کے خلاف قانون کی گنجائشوں سے فائدہ اٹھانے پر اتر آئے تو نکاح کا ضابطہ ہی کب اس کے لئے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ وہ روز ایک نئی عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور دوسرے دن اسے طلاق دے سکتا ہے۔

حجاز میں جو بردہ فروشی آجکل ہوتی ہے اس کی تفصیل مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اصولی طور پر میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ جنگ کے سوا دوسرے طریقے سے آزاد انسانوں کو پکڑنا اور ان کی خرید و فروخت کرنا شریعت میں حرام ہے۔

نظامِ اسلامی کے قیام کی صحیح ترتیب

جن لوگوں سے پاکستان کے آئندہ نظام کے متعلق گفتگو ہوتی ہے وہ اکثر اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ اور دوسرے اہل علم اسلامی حکومت کا ایک دستور کیوں نہیں مرتب کرتے تاکہ اسے آئین ساز اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرایا جائے۔ اس سوال سے صرف مجھ کو ہی نہیں دوسرے کارکنوں کو بھی اکثر و بیشتر سابقہ پیش آتا ہے۔ گو ہم اپنی حد تک لوگوں کو بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ضرورت ہے کہ آپ اس سوال کا جواب ترجمان القرآن میں دیں تاکہ وہ بہت سی غلط فہمیاں

صاف ہو گئی ہیں جن پر یہ سوال مبنی ہے۔

آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا مفصل جواب تو سر دست نہیں دیا جا سکتا، لیکن مختصر طور پر میں ایک بات عرض کرونگا جس سے اُمید ہے کہ آپ معاملہ کی اصل حقیقت تک پہنچ جائیں گے۔

ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ جہاں نہ معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو نہ اخلاق اسلامی، جہاں کا سیاسی و معاشی اور تعلیمی نظام بھی اب تک غیر اسلامی خطوط پر ترقی کرتا رہا ہو، اور جہاں ایک مجرد سیاسی تحریک کی بدولت ایک آزاد ریاست بننے کی نوبت آگئی ہو، وہاں اسلامی نظام کا قیام صرف اتنی سی بات پر آٹکا ہوا ہو کہ ہم ایک دستور مرتب کر کے پیش کر دیں اور برسراقتدار لوگ اسے بیک نافذ کر دیں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ گمان کرے کہ ایک مدرسے یا ایک بینک کو ہسپتال بنا دینے میں بس اتنی کسر ہے کہ چند ڈاکٹر مل کر ایک اچھے ہسپتال کا خاکہ مرتب کر دیں اور وہ مدرسے کے معلمین یا بنک کے اسٹاف کو دے دیا جائے تاکہ وہ اسے دیکھ دیکھ کر سارا کام کرتے چلے جائیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں اچھے خاصے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی اس سادگی کے ساتھ سوچ رہے ہیں۔ شاید دستور کو انہوں نے کوئی تعویذ سمجھا ہے!

واضح طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ یہاں اسلامی نظام کا قیام صرف دو طریقوں سے ممکن ہے:۔

ایک یہ کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت زمام کار ہے وہ اسلام کے معاملہ میں اتنے مخلص اور اپنے اُن وعدوں کے بارے میں جو انہوں نے اپنی قوم سے کئے تھے اتنے صادق ہوں کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کی جو اہلیت ان کے اندر مفقود ہے اسے خود محسوس کر لیں اور ایمانداری کے ساتھ یہ مان لیں کہ پاکستان حاصل کرنے کے بعد ان کا کام ختم ہو گیا ہے اور یہ کہ اب یہاں اسلامی نظام تعمیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اس کے اہل ہوں۔ اس صورت میں معقول طریق کار یہ ہے کہ پہلے ہماری دستور ساز اسمبلی اُن بنیادی امور کا اعلان کرے جو ایک غیر اسلامی نظام کو اسلامی نظام میں تبدیل کرنے کے لئے اصولاً ضروری ہیں جنہیں ہم نے اپنے "مطالبہ" میں بیان کر دیا ہے، پھر وہ اسلام کا علم رکھنے والے لوگوں کو دستور سازی کے کام میں شریک کرے اور ان کی مدد سے ایک مناسب ترین دستور بنائے، پھر نئے انتخابات ہوں اور قوم کو موقع

دیا جائے کہ وہ زمام کار سنبھالنے کے لئے ایسے لوگوں کو منتخب کرے جو اس کی نگاہ میں اسلامی نظام کی تعمیر کے لئے اہل ترین ہوں۔ اس طرح صحیح جمہوری طریق پر اختیارات اہل ہاتھوں میں بسہولت منتقل ہو جائیں گے اور وہ حکومت کی طاقت اور ذرائع سے کام لے کر پورے نظام زندگی کی تعمیر جدید اسلامی طرز پر کر سکیں گے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے کو جڑ سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے اور ایک عمومی تحریک اصلاح کے ذریعہ سے اُس میں خالص اسلامی شعور و ارادہ کو بتدریج اس حد تک نشو و نما دیا جائے کہ جب وہ اپنی پختگی کو پہنچے تو خود بخود اس سے ایک مکمل اسلامی نظام وجود میں آ جائے۔

ہم اس وقت پہلے طریقہ کو آزما رہے ہیں۔ اگر اس میں ہم کامیاب ہو گئے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ پاکستان کے قیام کے لئے ہماری قوم نے جو جدوجہد کی تھی وہ لاحاصل نہ تھی بلکہ اسی کی بدولت اسلامی نظام کے نصب العین تک پہنچنے کے لئے ایک سہل ترین اور قریب ترین راستہ ہمارے ہاتھ آ گیا۔ لیکن اگر خدانخواستہ ہمیں اس میں ناکامی ہوئی اور اس ملک میں ایک غیر اسلامی ریاست قائم کر دی گئی تو یہ مسلمانوں کی ان تمام محنتوں اور قربانیوں کا صریح ضیاع ہوگا جو قیام پاکستان کی راہ میں انہوں نے کیں، اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم پاکستان بننے کے بعد بھی اسلامی نقطۂ نظر سے اسی مقام پر ہیں جہاں پہلے تھے۔ اس صورت میں ہم پھر دوسرے طریقہ پر کام شروع کر دیں گے، جس طرح پاکستان بننے سے پہلے کر رہے تھے۔

اُمید ہے کہ اس توضیح سے لوگ ہماری پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔ ہم کوئی کام وقت سے پہلے نہیں کرنا چاہتے۔ سردست ہم نے اسلامی نظام کے بنیادی امور کو ایک مطالبہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔ اگر اسے قبول کر لیا جائے تو دستور سازی کے کام میں جس حد تک ممکن ہوگا ہم پوری مدد کریں گے۔ لیکن اگر سرے سے یہ بنیادی امور ہی برسر اقتدار لوگوں کو منظور نہ ہوں تو پھر دستور کا خاکہ پیش کرنے سے آخر کیا فائدہ متصور ہے؟